

## قتلِ غیرت کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر محمد زمان چیمہ / ڈاکٹر محمد اکرم ورک<sup>☆</sup>

### Abstract:

"To kill a woman for the sake of honour, killing for passion in western societies, is not a newly born issue. This issue is attached with humanity from its birth and incidents related to this kind of killing and guidelines from prophets are found in previous revealed books. So, Islamic Sharia has also addressed this issue and vividly described the penalties for fornication, though it should be done with mutual consent or forcefully. A number of voices are raising against this killing as well as the penalties of Islam which are fixed by Sharia. These voices are not only from West but also from the East and Muslim Scholars, particular from Western funded NGO's. For responding these voices, Pakistani Parliament made some amendment to formulate such a law for elimination this killing. This article is written in the background of Honour Killing in Pakistan and described the teachings of Islamic Sharia and the legislation of Pakistan. In this essay, Islamic Sharia's teachings and the law of Pakistan penal code will be analysed in this regard."

**Keywords:** Women rights, Islamic Sharia, Fornication, Islamic Penalties, Pakistan Penal Code.

حیثیت کے جذبے کے ساتھ خودداری اختیار کرنا اور غیر کی شرکت کو ناپسند کرنا، غیرت کہلاتا ہے<sup>(۱)</sup>  
غیرت ایک پسندیدہ اور مستحسن عمل ہے لیکن دیگر تمام جذبوں کی طرح اس میں بھی توازن اور اعتدال رکھنا

☆ استاذ پروفیسر، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ  
☆ پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج (بوانز) کاموکی

ضروری ہے۔ زوجین کے درمیان تو یہ بہت متوازن ہونی چاہیے کیونکہ غیرت میں افراط سے شکوہ و شبہات جنم لیتے ہیں اور تفریط کی وجہ سے بے حیائی گلی گلی پھیل سکتی ہے۔ خاص طور پر خاوند کو عزت و غیرت کے معاملے میں نتوانا سخت ہونا چاہیے کہ بلا وجہ شک و شبہات میں پڑ جائے اور نہ اتنا ڈھیلا ہونا چاہیے کہ کسی بات کی پرواہ ہی نہ ہو اور بے حیائی اور بے غیرتی کو دیکھ کر خاموش رہے، ایسے شخص کو دیوبیث کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”اَنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى الْدَّيْوَثِ يَوْمَ الْقِيمَةِ وَلَا يَدْخُلُهُ الْجَنَّةَ“<sup>(۲)</sup>

(اللہ تعالیٰ غیرت سے بے نیاز شخص کی طرف قیامت کے دن نہ یکھیں گے اور نہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔)

### کتب سابقہ اور مغرب میں غیرت سے متعلق احکام

غیرت کا تصور مذاہب اور معاشرتی اقدار سے بالاتر ایک انسانی جذبہ ہے، جس کی مثالیں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور مغربی معاشروں میں بھی ملتی ہیں۔ غیرت کے نام پر قتل کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ شریعتِ اسلامیہ کے علاوہ توراة و انجیل میں ایسے احکام موجود ہیں جس کے مطابق ایسا فرد، جس نے کسی دوسرے شخص کی عزت کو داغدار کیا ہوا یا ایسے شخص کی سزا صرف اور صرف موت مقرر تھی اور اسے متأثرہ خاندان قتل کرنے کا پورا حق رکھتا تھا۔ باطل کی درج ذیل آیات میں ایسے شخص کے متعلق احکامات اور سزاوں کا بیان کیا گیا ہے:

”اوہ جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے بھاسایہ کی بیوی سے زنا کرے، وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیے جائیں۔“<sup>(۳)</sup>

”اوہ جو شخص اپنی سوتی مال سے صحبت کرے، اس نے اپنے باپ کے بدن کو بے پرده کیا، وہ دونوں ضرور جان سے مار دیے جائیں۔“<sup>(۴)</sup>

”اوہ جو شخص اپنی بہو سے صحبت کرے تو وہ دونوں ضرور جان سے مارے جائیں۔“<sup>(۵)</sup>

”اگر مرد اس عورت سے جو کپڑوں سے ہو، صحبت کر کے اس کے بدن کو بے پرده کرے تو اس نے اس کا چشمہ کھولا اور اس عورت نے اپنے خون کا چشمہ کھلوایا۔ وہ دونوں اپنی قوم میں سے کاٹ ڈالے جائیں۔“<sup>(۶)</sup>

”اگر کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کر اپنے آپ کو ناپاک کرے تو وہ عورت آگ میں جلائی جائے۔“<sup>(۷)</sup>

شادی شدہ عورت سے بدکاری کی سزا قتل مقرر کی گئی۔ اس فعل پر دونوں زانی اور مزمنیہ کی سزا ایک ہی رکھی گئی تھی اور اس میں مرد خواہ وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ، اس کی سزا موت مقرر کی گئی تھی۔

”اگر کوئی مرد کسی شوہزادی عورت سے زنا کرتے پڑا جائے تو وہ دونوں مارڈا لے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔“<sup>(۸)</sup>

ایسی عورت جس کی معنگی ہو گئی ہوا اور اس عورت سے زنا کیا جائے تو زانی اور مزنبیہ دونوں کی سزا سنگاری تھی۔

”اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے چھانک پر نکال لانا اور ان کو قم سنگار کر دینا کہ وہ مر جائیں۔“<sup>(۹)</sup>

ایسا شخص جو جادو سیکھنے کی غرض سے بد کاری کرے تو اس کی سزا بھی قتل مقرر کی گئی تھی۔

”جو شخص جنت کے یاروں اور جادو گروں کے پاس جائے کہ ان کی پیروی میں زنا کرے، میں اس کا مخالف ہوں گا اور اس سے قوم سے کاٹ ڈالوں گا۔“<sup>(۱۰)</sup>

اگر کوئی شخص ایسی کنواری لڑکی جس کی معنگی نہ ہوئی ہو، اس سے زنا کرے تو اس مرد کو مالی جرمانے کے ساتھ اس لڑکی سے شادی کرنی پڑتی اور اس شادی میں مرد کے پاس طلاق کا کوئی اختیار نہ ہوتا تھا۔

”اگر کسی آدمی کو کوئی کنواری لڑکی مل جائے جس کی نسبت نہ ہوئی ہوا رہا سے پکڑ کر اس سے صحبت کرے اور دونوں پکڑے جائیں۔ تو وہ مرد جس نے اس سے صحبت کی ہو، لڑکی کے باپ کو چاندی کی پیچاس متعلق دے اور وہ لڑکی اس کی بیوی بننے کیونکہ اُس نے اسے بے حرمت کیا اور وہا سے اپنی زندگی بھر طلاق نہ دینے پائے۔“<sup>(۱۱)</sup>

سترھویں صدی میں انگلینڈ میں ایک قانون ہے "Kentish Law of King Ethelbert" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس میں زبردستی زنا کی سزا موجود تھی اور اس قانون میں مرتبے اور مقام کی وجہ سے سزاوں میں تغیر بھی موجود تھا۔

"If a freeman raped the slave of a commoner he had to pay no more than five shillings' compensation, but if a slave raped this same girl he was castrated."<sup>(12)</sup>

(اگر کوئی آزاد شخص کسی عام آدمی کی لوڈی کے ساتھ زبردستی زنا کرتا تو اسے پانچ ھیلینگ سے زیادہ ادا نہ کرنا ہوتا تھا لیکن اگر ایک غلام اسی لڑکی کے ساتھ زبردستی جنسی تعلق قائم کرتا تو اسے نامرد کر دیا جاتا تھا۔)

انگلینڈ کے قانون کے متعلق گریش کھتے ہیں:

"The Common law of England divided crimes into four groups: high treason, petit treason, felonies, and misdemeanors. The first consisted in killing the king, levying war against him, supporting his enemies, or lending his enemies aid and comfort.

Petit treason involved the killing of a husband by a wife, a master or mistress by a servant, or a prelated by a clergyman- a breach of allegiance, in short, in a superior-subordinate relationship other than king and subject. Felonies were defined as crimes other than treason that caused great moral indignation or did serious harm and were punishable by death and the forfeiture of land and goods. Misdemeanors consisted of offenses that were considered minor and were punishable with lesser penalties, such as whipping and banding.<sup>(13)</sup>

(برطانیہ کے عام قانون میں جرائم کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا: بڑی بغاوت، چھوٹی بغاوت، بڑے جرائم اور چھوٹے جرائم۔ بڑی بغاوت میں بادشاہ کا قتل، اس کے خلاف جنگ میں حصہ لینا، اس کے دشمنوں کی مدد کرنا یا اس کے دشمنوں کو مدد فراہم کروانا اور سہولت دینا۔ چھوٹی بغاوت میں بیوی کے ہاتھوں شوہر کا قتل، غلام کے ہاتھوں مالک یا مالکہ کا قتل، چرچ کے کسی رکن کی طرف سے پادری کا قتل، محضیرہ کے بادشاہ سے علاوہ چھوٹے درجے سے تعلقات میں اخلاص کی کمی۔ بغاوت کے علاوہ بڑے جرائم جو اخلاقی زوال یا انہتائی تکلیف کا سبب ہوں اور موت اور زیمن یا اشیاء کے ضبط ہونے کی سرماں ہوں، انہیں جرائم مانا گیا۔ چھوٹے جرائم ایسے جرائم پر مشتمل تھے جو چھوٹے ہوں اور چھوٹی سزاوں کے قابل ہوں، جیسے جسم پر داغنا اور کوڑے مارنا۔)

اقوام متحدہ کی طرف سے جاری کردہ Universal Declaration of Human Rights میں بھی انجمنی اور خانگی معاملات میں مداخلت کو بنیادی حقوق سے متفاہ مانا گیا ہے۔

"Article 12- No one shall be subjected to arbitrary interference with his privacy, family, home or correspondence, nor to attacks upon his honour and reputation. Everyone has the right to the protection of the law against such interference or attacks."<sup>(14)</sup>

(کسی شخص کی خصی اور خانگی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے۔)

امریکہ کے ریاستی قانون کی شق نمبر ۲۵۵ کی طرف اشارہ کیا گیا جس کے مطابق ایسے

افراد جنہوں نے اپنی بیوی یا خاوند کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے مرد یا عورت سے جنسی تعلقات قائم کیے ہوں، ان کی سزا ۹۰ دن کی جیل یا ۵۰۰ ڈالر جرمانہ ہے۔

"Section 255.17 of the state penal law state, "A person is guilty of adultery when he engages in sexual intercourse with another person at a time when he has a living spouse, or the other person has a living spouse. Adultery is a class B misdemeanor." A class B misdemeanor is punishable by up to 90 days in jail or a \$500 fine."<sup>(15)</sup>

امریکہ کا یہ قانون ستمبر ۲۰۰۱ء سے لਾگੂ ہے۔<sup>(۱۶)</sup> مغرب اس زنا کو جرم تسلیم کرتا ہے جو شادی شدہ کرے یا کسی طرف سے زبردستی کی جائے اور اس کا جواز یہ دیتا ہے کہ چونکہ اس نے یہ فعل اپنی بیوی یا خاوند کے ہوتے ہوئے کیا ہے یا دوسری پارٹی کی رضا مندی کے بغیر کیا ہے، اس لیے اسے سزا ملے گی۔

### قتل غیرت اور پاکستان

غیرت کے نام پر قتل کی پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف نام ہیں۔ سندھ میں اس قتل کو "کاروکاری"، پنجاب میں "کالا کالی"، بلوچستان میں "سیہ کاری" اور سرحد میں "تور توڑہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان علاقوں میں جب کوئی عورت کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات میں ملوث پائی جائے یا اس پر ناجائز تعلقات کا الزام عائد کر دیا جائے تو عورت اگر شادی شدہ ہے تو شوہر اور بیٹا اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو باپ، بھائی اور خونی رشتہ اس رسم کے تحت اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ غیرت کے دفاع میں مرد عورت دونوں کو قتل کر دیں۔ ایک وقت میں اس رسم کا دائرہ پاکستان کے دیہاتی، قبائلی، سرحدی اور کم تعلیم یافتہ علاقوں تک محدود تھا جب کہ آج کل عزت و ناموس کے نام پر قتل کا سلسہ ان علاقوں تک بھی پھیلتا نظر آتا ہے جہاں پہلے ایسی کوئی روایت موجود نہیں تھی۔ اس پر مزید یہ کہ اس الزام کے تحت قتل ہونے والے افراد کی لاش کو بغیر غسل و کفن کے دریا برد اور فنادیا جاتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ بعض قبائل تو قبر تک بھی نہیں بناتے ہیں بلکہ صرف ایک گڑھا کھود کر میت کو اس میں دفنادیتے ہیں۔ پاکستان کے وہ علاقوے جہاں اس رسم کا نفاذ ہے، وہاں ناجائز تعلقات سے درج ذیل صورتیں مرادی جاتی ہیں:

- ۱۔ غیر مرد عورت کا آپس میں تہائی میں یا چھپ کر بیٹھنا۔
- ۲۔ عورت کی طرف سے پسند کی شادی کا اظہار کرنا۔

- ۳۔ غیر محروم مرد و عورت کا آپس میں ناجائز تعلق پیدا کر لینا۔  
 ۴۔ کسی قریبی رشتہ دار کی طرف سے عورت پر بد کاری کا الزام لگانا۔  
 ۵۔ والدین کی مرضی کے بغیر شادی کر لینا۔

اس کے علاوہ اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں جن کی بناء پر کسی عورت اور مرد کو قصور وار ٹھہرا کر سزا میں دی جائیں مگر زیادہ تر واقعات میں درج بالا امور ہی سزا کا سبب بنتے ہیں۔

پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل کے جامع کو ۱۹۹۹ء میں قومی ذرائع ابلاغ میں اس وقت نمایاں کیا گیا جب پشاور کی ایک عورت (سمیعہ) نے اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں گھر سے فرار ہو کر عاصمہ جہانگیر کے ادارہ ”دستک“ میں پناہ لی۔ اس عورت کو اس کے ماں باپ نے اپنے مجاہظوں سے اسی دفتر میں قتل کروادیا جس کے بعد سے یہ مسئلہ این جی اوز کے زیر اہتمام مسلسل ذرائع ابلاغ میں نمایاں مقام حاصل کرتا رہا اور اس واقعہ کے بعد ایسے مجرم کو ٹکلین سزا دینے کے مطالبہ میں شدت آگئی۔ اس حوالے سے مختلف مقامات پر سینما، مظاہرے اور عوامی سروے بھی کروائے گئے جس کے نتیجے میں ۸ اکتوبر ۲۰۰۷ء میں قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے قتل غیرت سے متعلق قانون سازی کی حمایت کرتے ہوئے ترمیم تجویز پاس کر کے قومی اسمبلی میں بحث کے لیے پیش کر دی جسے ۲۷ اکتوبر کو منظور کر لیا گیا۔

### قتلِ غیرت اور شریعتِ اسلامی کے رجحانات

غیرت کے نام پر قتل کی مذکورہ بالا رسم اسلامی احکام سے متصادم ہے۔ اسلام میں ایسے قتل کی نہ کوئی اجازت ہے اور نہ ترغیب بلکہ اسلام اپنے ماننے والوں سے ظلم و ضبط کی پابندی اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔ البته محدثین اور فقہاء کرام نے نبی کریم ﷺ اور دو روحابہؓ میں پیش آنے والے واقعات کی روشنی میں ان احادیث کے مقصد و مدعایں اختلاف کیا ہے۔ ذیل میں چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

دور نبوی ﷺ کے اسلامی معاشرے میں بھی اس نوعیت کے بعض مسائل پیش آئے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہماری واضح رہنمائی فرمائی۔ آپ ﷺ کے دور میں اس نوعیت کے تین مختلف واقعات کا تذکرہ ملتا ہے:

”حضرت عبد اللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہؓ نے نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر شریک بن سحماء کے ساتھ اپنی بیوی کے ملوث ہونے کا الزام لگایا۔ نبی ﷺ نے اس سے کہا: گواہ لا کو، ورنہ تم پر حد لگے گی۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر شخص کو دیکھ لے تو کیا وہ گواہ تلاش کرتا پھرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گواہ لا کو، وگرنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ تو ہلالؓ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں حق کہہ رہا ہوں، اس لیے

میری پیشہ کو حد سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ ضرور کوئی حکم اتارے گا تو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ پر یہ آیات لے کر نازل ہوئے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبُعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَيَدْرُأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ (الور ۶-۹) <sup>(۱۴)</sup>

آگے حدیث میں اس واقعہ کی تفصیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے مابین لعان کروادیا۔ ہلال بن امیہ اسلام میں لعان کرنے والے سب سے پہلے شخص ہیں۔ <sup>(۱۵)</sup> اسی تناظر میں دوسری روایت عوییر عجلانی کی ہے:

”سہل بن ساعدی سے مروی ہے کہ بنو جلان کے سردار عوییر عجلانی عاصم بن عدیؓ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے۔ کیا وہ اس آدمی کو قتل کر دے تو جواباً سے بھی قتل ہونا پڑے گا یا پھر وہ کیا کرے؟ میرے لیے نبی ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ عاصمؓ نے نبی کریم ﷺ سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو رسول ﷺ نے اس سوال کو ناپسند کیا، گویا معیوب سمجھا۔ عوییرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں خود نہ پوچھ لوں۔ پھر عوییرؓ آئے اور انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر کے معاملہ میں قرآن نازل کر دیا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے سورہ نور کی آیات (۶-۹) تلاوت کیں۔ آگے حدیث میں لعان کروانے کا تذکرہ ہے۔“ <sup>(۱۶)</sup>

اس سلسلے میں سب سے اہم واقعہ انصاری سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کا ہے۔ جب سورہ نور میں حدِ نصف کے احکام نازل ہوئے تو انصاری صحابی سعد بن عبادہؓ کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو زنا کی حالت میں دیکھتے تو کیا وہ اب چار گواہ تلاش کر کے لائے کہ کیا اس وقت انسانی غیرت گوارا کرتی ہے کہ ایسے مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ مشغول رہنے دے۔ ان روایات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

”ان سعد بن عبادہ الانصاری قال يارسول الله ارأيت الرجل يجد مع أمراته رجالاً يقتلة قال رسول الله ﷺ لا،“ <sup>(۱۷)</sup>

(حضرت سعد بن عبادہؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کوئے ہاتھوں پکڑ لے تو کیا وہ اس کو قتل کر سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: نہیں۔)

اگلی حدیث میں ہے:

”قال يارسول الله ان وجدت مع امراتي رجالاً امهله حتى اتي باربعة

شہداء قال نعم<sup>(۲۱)</sup>

(يارسول اللہ علیہ السلام! کیا پھر اس ( مجرم) شخص کو اتنی مہلت دے کے چار گواہ لے کر آئے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔)

اس کے بعد حضرت سعدؓ نے اپنے حوالے سے پوچھا:

”قال يارسول الله لو وجدت مع اهلى رجالاً لم امسأه حتى اتي باربعة

شہداء قال رسول الله علیہ السلام! نعم قال کلا والذى بعثك بالحق ان

کنت لاعاجله بالسيف قبل ذلك قال رسول الله اسمعوا الـ ما يقول

سیدكم الله لغیور وانا اغیر منه والله اغیر مني“<sup>(۲۲)</sup>

(يارسول اللہ علیہ السلام! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو دیکھ لیوں تو کیا چار گواہ لانے سے قبل میں اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا؟ نبی کریم ﷺ نے کہا: بالکل کچھ نہیں۔ تو سعد کہنے لگے: قتم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں تو اس سے پہلے پہلے توار سے اس کا فیصلہ کر دوں گا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنو سنو، اپنے سردار کی بات سنو! یہ بہت غیرت مند شخص ہے حالانکہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔)

ابو هریرہؓ کے علاوہ مغيرةؓ بن شعبہؓ بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں:

”قال سعد بن عبادةؓ لو رأيت رجالاً مع امراتي لضربيه بالسيف غير

مصحف عنه فبلغ ذلك النبي علیہ السلام! فقال اتعججون من غيرة سعد؟

فوالله! لانا اغیر منه والله اغیر مني“<sup>(۲۳)</sup>

(سعد بن عبادہؓ نے کہا: اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لیوں تو میں کسی رعایت کے بغیر توار سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ قتم بخدا میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں۔)

یہاں چند سوالات انسانی اذہان میں جنم لیتے ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے ظاہری حکم کی بناء پر اگر اس کو جرم تصور کر لیا جائے تو اس جرم کی نوعیت

کیا ہے؟

۲۔ قتل غیرت کے مرتكب کو قتل کا جرم سمجھا جائے گا یا قانون ہاتھ میں لینے کا؟

۳۔ جرم کی تینیں کے بعد اس کو سزا کون سی دی جائے گی؟

ان سوالات (مسائل) کے ساتھ قرآن و حدیث کے احکامات کو ملا کر دیکھا جائے تو اس

- بارے میں درج ذیل روحانات نظر آتے ہیں:
- ۱۔ بعض اہل قلم تو اس قتل کو جرم سمجھتے ہیں لیکن دوران بدکاری اس فعل کو ناممکن بنانے کی کوشش کرنا خصوصاً میاں بیوی کے لیے اور عموماً تمام لوگوں کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ موقف اپنی ذات کے دفاع یا نبی عن انہنکر کے اسلامی تصور کی بنابر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسا قتل بذاتِ خود ہچھر نہیں بلکہ دراصل ایک **سُعَدَى** جرم کا عمل ہے اور قرآن کریم کا حکم ہے:

”فَمَنْ اغْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاغْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اغْتَدَى عَلَيْكُمْ“ (البقرہ، ۲: ۱۹۳)

(تم پر جو زیادتی کرے تو اس کی زیادتی کا ویسے ہی اسے جواب دو)

اور اس سلسلے میں حکومت سے بھی مدد لینے کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔<sup>(۲۳)</sup>

  - ۲۔ اہل علم میں سے کسی کا بھی یہ موقف نہیں ہے کہ دوران بدکاری مردوزن کو نہ روکا جائے، اس کے باوجود اگر نبی کریم ﷺ کے فرمان کا یہی تقاضا فرض کر لیا جائے تو ایسی صورت میں اس جرم کی سزا کے بارے میں تفصیل ہے۔ لیکن اگر کوئی حمیت و غیرت میں قتل کر دے تو اس کو کیا سزادی جائے؟ اور اگر حمیت و غیرت کا اظہار اس فعل کے بعد کرتے ہوئے مرتبین زنا کو قتل کرے تو اس پر کیا سزا ہوگی؟ فقهاء کا اس کے متعلق متفقہ موقف یہ ہے کہ قاتل اگر شادی شدہ مقتولین کا بدکاری میں ملوث ہونا ثابت کر دے تو ایسی صورت میں اس کو قانون ہاتھ میں لینے کی سزادی جائے گی، نہ قتل کی۔ اس حوالے سے جسٹس عبد القادر عودہ نے اپنی کتاب ”التشریع الجنائی“ میں تفصیلی بحث کی ہے۔

### حملہ آور سے دفاع

جب مختلف قرآن سے یہ بات واضح ہو جائے کہ اس فعل بد کے لیے عورت راضی نہیں بلکہ اس کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ ایسی صورت میں عورت کا خود اپنا دفاع کرنا یا شوہر پر اپنی بیوی کا دفاع کرنا، دونوں شریعت کی رو سے واجب ہیں۔ اس دوران اگر حملہ آور مارا بھی جائے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا مگر ایسے حملہ آور کا فرض ہے کہ وہ اپنے دفاعی اقدام کو ثابت کرے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کے دور کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے:

”عبدالله بن عميرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگوں کی دعوت کی اور اپنی باندی کو لکڑیاں کاٹنے کے لیے بھجا۔ مہماں میں سے ایک مہماں کو وہ پسند آگئی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کی عصمت لوٹنے کا طلبگار ہوا، لیکن باندی نے انکار کر دیا۔ تھوڑی دیران میں کشش ہوتی رہی پھر وہ اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہو گئی اور اس نے ایک پتھر اٹھ کر اس شخص کے پیٹ پر مار دیا جس سے اس کا جگر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور انہیں سارا واقعہ سنایا، اس کے گھر والے اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے کر گئے اور آپؐ سے سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت عمرؓ نے معاملہ کی تحقیق کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا اور انہوں نے موقع پر ایسے آثار دیکھے جس سے دونوں میں کشمکش کا ثبوت ملتا تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ نے جسے مارا ہے، اس کی دیت نہیں دی جاسکتی۔<sup>(۲۵)</sup>

اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو شریک بدکاری دیکھے اور اسے قرآن سے زیادتی کا اندازہ ہو جائے تو شوہر پر اس کا دفاع کرنا واجب ہے اور اس کے لیے وہ جارح کا قتل بھی کر سکتا ہے۔

”حضرت زیر بن العوامؓ ایک لشکر کے ساتھ جا رہے تھے کہ کسی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ گئے۔ راستے میں انہیں دوآدمی ملے اور ان سے کھانا مانگا۔ حضرت زیرؓ نے جو کچھ تھا، انہیں دے دیا، اس کے بعد وہ کہنے لگے: لوٹدی ہمارے حوالے کر دو۔ یہ سن کر حضرت زیرؓ نے انہیں تلوار ماری اور دو ٹکڑے کر دیا۔“<sup>(۲۶)</sup>

### برائی سے روکنا (نہی عن الممنکر)

اگر دونوں فریق اس جرم میں برضاو غبت شریک ہوں تو شوہر اپنے حرم اور نطفہ میں اختلاط و شبہ کو چھانے کے لیے وقوع کے دوران اس فعل سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے قل کی نوبت آتی ہے تو شوہر کا یہ فعل شریعت کی نظر میں گوارا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ہی درج ذیل واقعہ پیش آیا تو آپ نے قاتل کی تحسین اور حوصلہ افراد ای فرمائی:

”ایک روز حضرت عمرؓ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک شخص آیا، اس کے ہاتھ میں خون آلود نگینی تلوار تھی۔ وہ آکر حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھ گیا اور کھانے میں شریک ہو گیا۔ پیچھے پیچھے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! اسی شخص نے ہمارے آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ کر دونوں کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ ایک اور شخص بولا: اس آدمی نے اپنی بیوی کی رانوں پر تلوار ماری۔ اگر درمیان میں کوئی تھا تو اسے قتل کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان لوگوں سے پھر پوچھا کہ کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس نے اپنی بیوی کی رانوں پر تلوار ماری جو اس شخص کی کمر پر لگی اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے قاتل سے کہا: اگر دوبارہ بھی کوئی ایسے کرے تو بھی حال کرنا۔“<sup>(۲۷)</sup>

البحر الرائق میں ہے کہ ابو جعفر ہندوانی سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مردو ملوث دیکھتا ہے کہ شوہر کے لیے اس آدمی کو قتل کرنا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا:

”ان كان يعلم أنه ينجز عن الزنا بالصياغ والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم انه لا ينجز عن الا بالقتل حل له القتل وان المرأة حل له قتلها ايضا وفي المنية رأى رجالا مع أمراته وهو يزني بها أو مع محرومها

و هما مطاوعتان قتل الرجل والمرأة جمیعاً،<sup>(۲۸)</sup>

(اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ جیخ و پکاریا السحل کے بغیر مارپیٹ سے مجرم بھاگ جائے گا تو اس صورت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ایسے مجرم کے باز آجائے کامکان نہ ہو تو تب اسی کو قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت بھی خوشی سے مجرم کے ساتھ شریک تھی تو مرد کا اس عورت کو بھی قتل کرنا درست ہے۔ اور منیۃ الحصل میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی یا اپنی مجرم عورت کے ساتھ کسی آدمی کو گناہ کرتے دیکھا اور وہ دونوں اس بدکاری میں برضاء و رغبت شریک تھے تو اس مرد نے زانی اور زانیہ دونوں کو قتل کر دیا جائے۔)

کویت کے فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ہے:

”وانما شرعت الغيرة لحفظ الأنساب وهو من مقاصد الشريعة ولو  
تسامح الناس بذلك لاختلطت الأنساب لذا قبل: كل أمة وضعت  
الغيرة في رجالها... ومن لا يغار على أهله ومعارمه يسمى ديوثا  
والدياثة من الرذائل التي ورد فيها وعيد شديد... ﴿ ثلاثة لا ينظر الله  
إليهم يوم القيمة والديوث﴾<sup>(۲۹)</sup>

(شریعت اسلامیہ میں نسل و نسب کی حفاظت کے لیے غیرت کو ایک مقام دیا گیا ہے۔ اگر لوگ اس میں کوتا ہی کرنے لگیں تو ولد یعنی مشتبہ ہو جائیں۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ہر امت کے مردوں میں غیرت پائی جاتی ہے اور جو شخص اپنے اہل و عیال اور محروم رشتہ داروں کے بارے میں غیرت نہیں کرتا، دیوٹ، کہلاتا ہے۔ دیویت ایک بدترین خصلت ہے جس کے بارے میں ایک اثر میں شدید و عید آئی ہے: تین لوگوں کی طرف روز قیامت اللہ تعالیٰ نظر تک نہ اٹھائیں گے اور ان میں ایک دیوٹ ہے۔)

اس حوالے سے کئی امور قابل غور ہیں:

- ۱۔ یہ معاملہ شخص بیوی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بہن، بیٹی، ماں و دیگر محارم جنہیں غیر مردوں کے ساتھ مشغول پایا جائے، ان کے لیے کیا حکم ہوگا؟
- ۲۔ اکثر لوگ اپنی دیرینہ شمنی یا حسد و انتقام کی خاطر کسی شخص پر ایسا الزام لگ کر قتل کر دیتے ہیں، موجودہ حالات میں ایسے قتل کو کس طرح الگ کیا جاسکے گا؟
- ۳۔ جہاں مذکورہ نصوص اقدام قتل کے بارے بالکل واضح ہیں، وہاں شریعت میں تغیر امکن کا قاعدہ بھی بڑا مشکم ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فقلبه و ذلك اضعف الايمان“<sup>(۳۰)</sup>

اس حدیث کی روشنی میں مشغول شخص کو بھکانا اور نہ بھاگنے کی صورت میں قتل کر دینے کا جواز

معلوم ہوتا ہے۔<sup>(۳۱)</sup>

### مسلمانوں کا دفاع میں شریک ہونا

جرم کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ اس کی روک تھام صرف حکومت کی ذمہ داری ہے، درست نہیں۔ اسلام میں جرم کی روک تھام کے لیے ایک مرحلہ دورانِ جرم کا بھی ہے۔ دورانِ جرم مجرم کو روکنا متاثرہ مسلمان کے لیے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لیے عموماً فرض ہے۔ البتہ جرم کے بعد اس کی ذمہ داری صرف حکمران کا فرض ہے۔ نبی عن المنکر کی مشروعیت کے تمام دلائل اس امر کی بنیاد ہیں کہ مسلمانوں کو جرا ہونے والی زیادتی میں اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنا چاہیے، جہاں تک خوشی سے ہونے والے جرم کا تعلق ہے تب بھی مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کو انجام پانے سے روکیں۔ حملہ آور کے دفاع میں اپنی جان، مال اور عزت کا تحفظ کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے جبکہ نبی عن المنکر میں دوسرے مسلمان بھائی کے ان حقوق کا تحفظ اور دیگر جرائم کی روک تھام بھی شامل ہے۔ عبد القادر عودہ لکھتے ہیں:

”عزت پر حملے کی صورت میں تمام فقهاء کے نزدیک مدافعت فرض ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت کی عزت پاہل کرتا چاہے اور وہ عورت اس شخص کو قتل کر کے ہی اپنا دفاع کر سکتی ہو تو اگر اس کے لیے ممکن ہو تو اس پر اس شخص کا قتل کردیا فرض ہے کیونکہ اپنے اور قدرت دینا اس عورت کو حرام ہے اور اگر مدافعت نہیں کرے گی تو وہ شخص اس پر قابو پالے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دیکھے کہ کوئی آدمی زنا کر رہا ہے یا زنا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ شخص اس کو قتل کیے بغیر باز نہیں رکھ سکتا تو اگر اس کے لیے اسے قتل کر دینا ممکن ہے تو اس کے لیے جائز ہے۔“<sup>(۳۲)</sup>

حضرت علیؑ کے دور کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ اکٹھے ہر کرسی قبیلہ کی ایک عورت کے پاس آئے قبیلہ کے کچھ لوگوں کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے جا کر ان لوگوں کو قتل کر دیا۔ اگلے دن ان کے جنازے میں حضرت علیؑ کے پاس پیش کیے گئے تو آپؐ نے پوچھا: یہ سب لوگ ایک عورت کے گھر اکٹھے ہو کر کیا کرنے گئے تھے؟ واقعہ کی تفصیلات سن کر آپؐ نے ان لوگوں کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔<sup>(۳۳)</sup>

”نبی عن المنکر“، ایک طرف حکومت اور عدالت کی بجائے ہر مسلمان کا فرض ہے تو دوسری طرف اس کے تین مراحل (ہاتھ، زبان اور دل) بھی حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے اس روکنے میں تدریج کا بھی لحاظ کیا ہے کہ پہلے پہل اس کو شور شراب سے روکنا چاہیے، پھر مار پیٹ سے۔ حتیٰ کہ پھر بھی اگر وہ جرم سے باز نہ آئے اور قتل تک بھی نوبت پہنچ جائے تو اس سے دربغ نہ کرے۔ فقهاء احناف کا موقف درج ذیل ہے:

”رأى رجلاً يزنى بأمرأته أو بأمر مرأة رجل آخر وهو محسن فصال به“

ولم يهرب ولم يمتنع من الزنا حل لهذا الرجل قتله وان قتله فلا

(۳۳) قصاص علیہ،

(کوئی شادی شدہ شخص اس کی یادوں سے کی بیوی سے زنا کر رہا ہوا اور آدمی کی چیخ پکار کے باوجود نہ تو زنا سے باز آتا ہے اور نہ بھاگتا ہے تو اس آدمی کے لیے ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔ اگر وہ اسے قتل کر دے تو اس پر کوئی قصاص نہیں۔)

یہی موقف شافعی فقہ کی "مغنى الحتاج" میں مصنف نے اختیار کیا ہے۔ (۳۴)

کنز الدقائق میں ہے:

"اصولی بات یہی ہے کہ بدکاری کرتے ہوئے مسلمان کو قتل کرنا ہر شخص کے لیے جائز ہے۔ البتہ اگر اس امر کا اندیشہ ہو کہ وہ اس بدکاری کا ثبوت پیش نہیں کر سکے گا تو ایسی صورت میں اس کے لیے یہ قتل منوع ہے۔۔۔ اس طرح کامعااملہ جرأت سے ظلم کرنے والوں اور رہبروں وغیرہ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔۔۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ محصیت کے وقت اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ البتہ قواعد کے بعد اس (کی سزا) کا اختیار صرف حاکم وقت کے پاس ہے کیونکہ اگر تو کوئی شخص مجرم کو بوقت جرم روکنے کے لیے انتہائی اقدام کرتا ہے تو اس وقت تو یہ درست ہے اور "نہی عن المکر" کی بنابری کی کام ہی شمار ہو گا لیکن قواعد کے بعد "نہی عن المکر" کامعااملہ تو ختم ہو گیا۔" (۳۵)

انہہ اربعہ کے ہاں حکم یہی ہے کہ اگر ایک شخص اپنے گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر شخص کو مشغول دیکھے تو اس شخص کو دیا یہ قتل کر سکتا ہے۔ وہ اسے تغیری المکر کے تحت داخل کرتے ہیں۔ (۳۶)

ڈاکٹر وہبہ زحلی لکھتے ہیں:

"فقہاء اربعہ (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ) کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کوئی شخص اپنی جان، مال، آبرو کی حفاظت کے لیے قتل تک کر دے تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا۔" (۳۷)

جسٹس عبدالقادر عودہ کے مطابق اسلامی معاشرے میں "نہی عن المکر" کی حیثیت منتخب یا فرض کفایہ کی بجائے قرض کی ہے جس کی ادائیگی بہر صورت لازمی ہے اور یہ معاشرہ کے تمام افراد کے لیے لازمی ہے۔ جسٹس عبدالقادر عودہ حملہ آور کی مدافعت کی کچھ شراط بیان کرتے ہیں، جن کا پورا ہونا ضروری ہیں۔ یہ شراط درج ذیل ہیں:

۱۔ اعتداء اور عدوان (لاقانونیت) موجود ہو۔

۲۔ اعتداء عملیاً واقع ہو

۳۔ اس اعتداء (زیادتی) کو کسی اور طریقہ سے روکنا ممکن نہ ہو

۴۔ اس اعتداء کو اس قوت سے روکا جائے جو اس کے روکنے کے لیے ناگزیر ہو۔ (۳۸)

دفاع کے اس تصور، جس پر خلفائے راشدین نے فیصلہ دیے ہیں اور فقہاء کرام نے شرعی موقف

کے طور پر اسے اختیار کیا ہے، کو اگر نبی کریم ﷺ کے حضرت سعد بن عبادہ کے مکالے کے ساتھ ملایا جائے تو بظاہر اس میں تضاد نظر آتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی سعد بن عبادہ کو دورانِ فعل ہی اس بدکاری کے لیے قتل کرنے سے منع کیا تھا۔

۳۔ تیسرا موقوف حنابله کا ہے جس میں علامہ ابن تیمیہؒ بھی شامل ہیں۔ ان کی نظر میں یہاں مسئلہ قاتل کو حملہ آور سے دفاع کا مسئلہ درپیش نہیں بلکہ کسی مسلمان کی عزت میں دخل اندازی کرنے والے کی سزا ہی یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے کیونکہ ایسے آدمی کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ اس موقوف کے مطابق نہ تو دورانِ فعل رونے والے کو تدریج سے روکنے کی ضرورت ہے اور نہ بعد از فعل اس کو قتل کرنے والا انتظامی سزا کا حق دار ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اسے اس قوام کو قانونی طریقہ پر ثابت کرنا ہوگا۔ علامہ ابن تیمیہؒ اس مسئلہ کو اس جرم کی سزا کے باب سے فرادیتیہ ہیں، فرماتے ہیں:

”لیس هذا من باب دفع الصائل بل من بباب عقوبة المعتمد المؤذى  
وعلى هذا فيجوز له فيما بينه وبين الله تعالى قتل من اعتدى على  
حريمه سواء كان محصناً أو غير محصن معروفاً بذلك أو غير  
معروف كما دلّ عليه كلام الأصحاب وفتاوي الصحابة“<sup>(۲)</sup>

(اس مسئلہ کا تعلق حملہ آور کے دفاع کی قبیل سے نہیں بلکہ اللہ کی حد سے بڑھنے والے اور مسلمان کی عزت میں دخل دینے والے ظالم مجرم کی سزا سے ہے۔ ایسے شخص کے لیے اپنی بیوی سے بدکاری کرنے والے قتل کرنا حالاً ہے اور یہی اس کی سزا ہے جس میں شادی شدہ یا غیر شادی ہونے کا کوئی فرق نہیں، نہ ہی اس امر کا کہ وہ (زانی شخص) اس فعل بدکی شہرت رکھتا ہے یا نہیں، جیسا کہ ہمارے حنابله کا کلام اور صحابہ کے فتاویٰ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔)

حنابله کا یہ کہنا اسی موقوف کی بنا پر ہے کہ ایسی صورت میں ثبوت واقعہ کے لیے صرف دو اشخاص کافی ہیں کیونکہ مسئلہ زنا کا نہیں بلکہ وقوع کے ثبوت کا ہے۔ اسی موقوف کی رو سے مجرم کے شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ہونے کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ ایسے مجرم کو روکنے میں تدریج اختیار کرنا بھی لازمی نہیں کیونکہ ایسے جرم کی یہ ایک مستقل سزا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس اجنبی شخص کو پالے اور اس کو قتل کر دے تو کیا ایسی صورت میں اس پر بیوی کی دیت عائد ہوتی ہے؟ تو ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

”اگر تو اس آدمی نے ان دونوں کو بدکاری کی حالت میں دیکھ لیا اور اس امر کے باوجود کوہ شخص (قاتل) ان دونوں کو بات چیت کے ذریعے اس فعل بدے رہو کرنے پر قادر ہو، اس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تو ایسی صورت میں اکثر علماء کے خیال میں عند اللہ اس پر کوئی دیت عائد نہیں ہوتی۔ حنابله کا مشہور ترین موقف بھی یہی ہے جس کی دلیل

حیجين میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمान ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانٹے اور تو اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجوہ پر کوئی تاو ان عائد نہیں ہوتا۔ اسی سے ملتا جلتا نبی کریم ﷺ کا واقعہ ہے کہ ”نبی کریم ﷺ کے گھر میں ایک شخص نے جھانٹا تو آپ ﷺ نے چینے والی کسی شے سے اس کی آنکھ پھوڑنے کی کوشش کی۔ اگر وہ اس کو لگ جاتی تو لازماً اس کی آنکھ ضائع ہو جاتی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اجازت لینے کا مقصد یہ ہے کہ جھانٹے سے باز رہا جائے۔ یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ اس شخص کو کلام کے ذریعے (جھانٹنے سے) روک سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عمر بن خطابؓ کے دور میں پیش آیا۔۔۔۔۔

یہاں بعض علماء کی رائے ہے کہ قاتل سے یہ سزا اس صورت میں ہی ساقط ہوگی جب زانی شخص شادی شدہ ہوا اور قاتل کے لیے مقتولہ کا خاوند ہونا یا نہ ہونا کوئی ضروری نہیں۔ یہ مؤقف امام شافعیؓ اور امام احمد بن حنبلؓ کے ساتھیوں نے اختیار کیا ہے۔ (میرے) اس موقف کی بنیاد دراصل یہ ہے کہ اس آدمی نے اس شخص (قاتل) کی عزت و حرمت پر دست درازی کی تھی۔ چنانچہ اس کے ساتھ غلط جگہ دیکھنے والے کی آنکھ کا ساسلوک ہونا چاہیے یا اس آدمی جیسا سلوک جس نے اپنا ہاتھ کاٹ کھانے والے کے منہ سے کھینچا تو کامنے والے کے دوالے گلے دانت ٹوٹ گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان دانتوں کا قصاص رائیگاں فراہدیا اور فرمایا ”کیا وہ تیرے منہ میں اپنا ہاتھ باقی رہنے دیتا تاکہ تو اسے سانڈ کی طرح چباتا رہتا۔“ یہ امام شافعیؓ اور امام احمد بن حنبلؓ کے موقف والوں کی پہلی دلیل ہے۔ جن علماء نے اس موقف کو اختیار نہیں کیا، ان کا خیال ہے کہ دفاع دیگر آسان اقدامات سے بھی ہو سکتا ہے اور اس سلسلے میں نص کا لاحاظ رکھنا چاہیے لیکن اس نص کے مفہوم میں جدید و قدیم علماء میں اختلاف ہے۔ ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمرؓ کے گھر میں چور آداخیں ہوا تو آپ ﷺ نوار لے کر اس کی طرف لپکے اور عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم آپ ﷺ کو پکڑ نہ لیتے تو لازمی تھا کہ آپ ﷺ نوار سے ماردیتے۔ امام احمد بن حنبلؓ نے سابقہ احادیث کے ساتھ اس واقعہ کو بھی اپنے موقف کی دلیل بنایا ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ممنزوب شخص نے عملی طور پر بد کاری کا ارتکاب نہ کیا ہو لیکن وہ داخل اس نیت سے ہوا ہوتا یہی صورت میں بھی علماء کے مختلف موقف ہیں جن میں سے محتاط ترین موقف یہی ہے کہ ایسے قتل کی صورت میں قاتل اللہ سے ہی تو بہ کر لے۔ جہاں تک ایسے قتل کی دیت ادا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا دیت ادا کرنا زیادہ محتاط و دیہی ہے۔ یاد رہے کہ دیت قتل خطا میں عائد ہوتی ہے۔ جہاں تک قتل عمدہ کا تعلق ہے تو جمہور علماء کے مطابق اس قتل پر دیت نہیں دی جا سکتی۔ البتہ امام شافعیؓ اور امام احمدؓ کے دوسرے موقف کے مطابق دیت ادا کرنے کی گنجائش موجود ہے۔<sup>(۳)</sup>

عزت میں خل اندازی کی اہمیت کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کسی آدمی کا ستر دیکھنے پر بھی اتنی سگین سزا نہیں جتنی مسلمان کے گھر اور اس کی عزت جھانکنے پر ہے۔ علامہ ابن تیمیہؓ کی درج بالا

عبارت کے پیش نظر کسی کے حرم میں بدکاری کی سزا بھی اتنی ہی سنگین ہوگی جو چہ جائیک وہ مر قتل تک بھی پہنچ جائے۔ علامہؒ اپنے موقف کی تائید میں حضرت عمرؓ کا واقعہ بھی پیش کرتے ہوئے یہ اشارہ دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے قاتل کو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آئندہ ایسے ہو تو پھر بیک کرنا۔ اس لیے قاتل کو زبان سے روکنے یا بھگانے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی سزا ہی یہ ہے اور یہ سزادینے والا کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔ ۳۔ جدید قانونی تصور کی رو سے ایسا قتل جو اشتغال کی حالت میں کیا جائے، اس کا رادتا قتل کے بجائے قتل خطا سمجھا جائے کیونکہ اس میں قاتل کا عزم شامل نہیں تھا۔ یہ قانون متعدد اسلامی ممالک میں نافذ العمل ہے اور امریکہ و یورپ میں فوری اشتغال کے مجرموں کو خصوصی رعایت دی جاتی ہے۔

### نتیجہ بحث

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں ایسے فعل کی اجازت نہ دینے کی وجہ غلبہ خیر تھا، لوگوں میں خوفِ خدا زیادہ تھا اور اس وقت لوگوں کے پیش نظر مادیت کے بجائے روحانیت میں مسابقت تھی۔ آپ ﷺ نے ایسے قتل سے اس لیے بھی منع فرمایا کہ کہیں لوگ اس کو پھر ایک وظیرہ ہی نہ بنالیں اور نشا اور غیرت میں آ کر وہ قتل نہ کرنا شروع کر دیں۔ دوسرا طرف خلافے راشدین کے دور میں اسلامی سرحدیں بہت وسعت اختیار کر گئی تھیں اور لوگ بہت تیزی سے اس میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ ان شامل ہونے والے افراد میں ہر طرح کی فطرت کے افراد تھے۔ اس عہد میں اس قتل کو اس لیے سنگین نہیں سمجھا گیا کہ کہیں بفطرت لوگ دوسروں کی عزت و ناموس کو بر باد کرنا اپنا حق نہ سمجھ لیں اور معاشرے میں انارکی اور بے حیائی نہ فروغ پا جائے اور اسلام کے تصور حیاء پر آجُ نہ آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کوئی فرد اس الزام میں قتل کر دیتا تو عہدِ خلافے راشدین میں اس کی خلاصی اس وقت تک نہ ہو سکتی تھی جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جاتا کہ ایسا حقیقت میں کچھ ہوا تھا۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کے پاس وہ طاقت اور وجہت نہیں اور نہ ہی ان کے پاس اب دنیا کی حکمرانی ہے۔ اس لیے دو ریاضتیں داخلی اور بین الاقوامی حالات کے پیش نظر ایسے قتل کی اجازت دینا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح پھر لوگ اپنی دشمنیاں بجا نہ کی خاطر شریعتِ اسلامیہ کا نام استعمال کریں گے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا سبب بنیں گے۔ اگر ہنس عن المکر کے تحت عام شخص کو قتل کرنے کی اجازت دے دی جائے تو پھر ہر قاتل قتل کے بعد یہی کہے گا کہ اس نے غیرت و حیمت، کفر اور ارتداد کے باعث دوسرے کو قتل کیا ہے جس کے نتیجے میں بہت بڑا فساد اور بدمنی برپا ہو جائے گی۔ اس قتل کی دیانتی اجازت دینے سے پہلے بھی معاشرے کی تربیت انتہائی ضروری ہے، جس کے لیے ہمیں اپنے تعلیمی نظام کے نیادی ڈھانچے کو اسلامی تعلیمات پر استوار کرنا چاہیے۔ فوری اور سستے انصاف کی عدم دستیابی کی بدولت لوگ اپنے معاملات کو خود ہی حل کرنا چاہتے ہیں جس کی بدولت معاشرے میں فتنہ و

فساد، انارکی اور بدمانی رواج پاتی ہے، اس لیے حکومت کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے تاکہ لوگوں کا عدالتون پر اعتماد بحال ہو اور وہ ہر قسم کے معاملات، خواہ وہ غیرت کے ہوں، عدالتون کے ذریعے حل کریں۔ غیر شرعی تمام رسم، کاروکاری، سیہ کاری اور تورہ توڑہ وغیرہ پر پابندی اور غیر قانونی ہونے کے قانون پر سختی سے عمل کرایا جائے۔ حکومت کو ایسی قانون سازی کرنی چاہیے جو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ہو اور پھر اس پر عمل درآمد کرانا بھی حکومت وقت کی ذمہ داری ہے تاکہ ملک میں امن و امان قائم ہو سکے۔

### پاکستان میں قتلِ غیرت سے متعلق قانون سازی

۱۸ اکتوبر ۲۰۰۴ء میں قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے قتلِ غیرت سے متعلق قانون سازی کی حمایت کرتے ہوئے ترمیم تجویز پاس کر کے قومی اسمبلی میں بحث کے لیے پیش کردی جسے ۲۷ اکتوبر کو منظور کر لیا گیا۔ اور اسے سینیٹ میں بھیج دیا گیا۔ سینیٹ سے منظوری کے بعد صدرِ پاکستان کے دخنخ کے بعد ۳ جنوری ۲۰۰۵ء نگویہ با قاعدہ قانون بن گیا اور اسے ”قانون فوجداری ایکٹ ۲۰۰۴ء“ کا نام دیا گیا ہے۔ تعمیرات پاکستان (پاکستان پیٹل کوڈ مجریہ ۱۸۶۰ء) کی دفعہ (i) ۲۹۹ کے بعد ایک نئی دفعہ (ii)

کا اضافہ کیا گیا ہے جس کے مطابق:

”(آئی آئی): جرائم غیرت سے مراد ایسے جرائم ہیں جو غیرت یا عزت کے نام پر کیے جائیں یا غیرت اور بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے جن کا ارتکاب کیا جائے۔ ان جرائم میں قتلِ غیرت کے علاوہ کاروکاری، سیہ کاری اور ایسی ہی دوسری مماثل رسومات شامل ہیں۔“

قتلِ غیرت میں ”قتلِ عمد“ ثابت نہ ہونے کے باوجود بھی اسے تعمیرات پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ میں شامل کر دیا گیا اور یہ چیز واضح کر دی گئی کہ یہ قتل دفعہ ۳۰۲ کی ذیلی دفعہ (a) ”قصاص“ یا (b) ”عمر قید“ کے دائرے میں شامل کیا جائے گا۔

”Provided that nothing in this clause shall apply to the offence of Qatl-i-Amd if committed in the name or on the pretext of honour and the same shall fall within the ambit of clause (a) or clause (b), as the case may be.“

درج بالا قانون سازی کرتے وقت عدل و انصاف، فطرت انسانی اور نفیات کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا اور ایسا قتل جو اشتغال میں آ کر کیا گیا اور جہاں کہیں ”قتلِ عمد“ کے آثار نہ بھی ملتے ہوں، تب بھی اس کی سزا ”قتلِ عمد“ کی قرار دی گئی اور زانی مقتول کو بھی معصوم مقتول کا درجہ دیا گیا۔ اس ترمیم کے مطابق اب ایسے مجرم کو محض سزاۓ موت یا عمر قید ہو گی تو میخ پیاء کہتی ہیں کہ سزاۓ موت ہی بہترین سزا ہے لیکن

یہ بے سود ہے کیونکہ اس میں زیادہ سزا کا تو کہہ دیا گیا کہ وہ سزا نے موت یا عمر قید ہو گی مگر کم سزا بیان نہیں کی گئی جو کہ ہر صورت میں بیان کرنی چاہیے تھی۔ عدالتیں غیرت کے جرائم میں سخت سزا دینے سے بچنے والی ہیں اور قانون میں اس دفعہ سے اب جنم تک پہنچانا ممکن ہو جائے گا۔ لکھتی ہیں:

"With regard to penalties, the only penalties for 'honour' killings (if there is no compromises) are (a) death or life imprisonment (i.e 25 years) as tazir. While the intention of providing a higher penalty may be good one, this has proved to be counter-productive. Where courts are already reluctant to give harsh punishments in cases of 'honour' crimes, laying down a minimum of 25 years or death may discourage them from conviction in these cases, just as the mandatory death penalty in gang rape cases makes conviction near impossible. There is no mandatory minimum sentence for 'honour killings' irrespective of the relation of the perpetrator to the victim."<sup>(42)</sup>

غیرت کے نام پر قتل کے بعد جب قصاص دینے کی نوبت آتی ہے تو قاتل پارٹی مقتول کے خاندان کو اس بات پر راضی کر دیتی ہے کہ اس کے بد لے وہ اپنے گھر سے لڑکی کی شادی کرنے کو تیار ہے اور اس طرح قاتل قصاص سے نجات جاتا ہے، اسے "بدل صلح" کا نام دیا جاتا ہے۔ دفعہ A 310 میں بدل صلح کے طور پر عورت کی شادی کر دینا جرم ہے اور اس کی سزا 10 سال قید بامشقت یا کم سے کم تین سال قید بامشقت ہو گی۔ ملیح ضیاء اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی کہ یہ ایک ثابت اقدام ہے لیکن ضرورت اس بات کی ابھی باقی ہے کہ اس "بدل صلح" میں تمام افراد کے لیے سزا رکھی جائے۔

"While it is positive that the issue of giving a woman in marriage of otherwise as badl-i-sulah has been specifically forbidden, this also needs to be accompanied with a penalty for all offenders."<sup>(43)</sup>

دفعہ ۳۱۱ تعریراتِ پاکستان میں قتل غیرت کو "فساد فی الارض" میں شامل کیا گیا جس کے مطابق کم از کم سزا ۱۰ سال مقرر کی گئی ہے۔ اس پر تقيید کرتے ہوئے ملیح ضیاء لکھتی ہیں:

"While 'honor' killing has been included in the

definition of fasad-fil-ard and a minimum penalty of 10 years as tazir laid down (with a maximum of 14 years), the awarding of a penalty in cases where the right of qisas has been waived or compounded has been left completely at the discretion of the court. As in the past, this provides the loophole for murderers to get away with minimal or no penalty."<sup>(44)</sup>

اگر کسی عورت کو غیرت کی وجہ سے اشتعال یا بغیر اشتعال کوئی ضرب لگ جائے تو یہ جرم اضافہ شدہ A 337 کی وجہ سے ناقابل راضی نامہ بن گیا ہے اور اب اس کی رو سے مصروف عورت کو معافی یا راضی نامہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح پاکستان پیش کوڈ کی دفعہ 338 کی ذیلی دفعہ (1) کے آخر میں یہ الفاظ شامل کیے گئے ہیں:

"Provided further that where an offence under this Chapter has been committed in the name or on the pretext of honour, such offence may be waived or compounded subject to such conditions as the Court may deem fit to impose with the consent of the parties having regard to the facts and circumstances of the case."

درج بالا دفعہ کے مطابق قتل کی ان تمام صورتوں میں جو غیرت کی وجہ سے یا عزت و ناموس کے نام پر کیے جاتے ہیں، ان سب کو ناقابل معافی اور ناقابل راضی نامہ بنادیا گیا ہے، جو کہ قرآن و سنت سے متصادم ہے۔ اس طرح انہوں نے (F) 338 کو بھی اپنی ترمیم کا نشانہ بنالیا ہے جس کے مطابق عدالتون کو جرائم سے متعلق تمام دفعات کو قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی حاصل کر کے ان کی تعبیر اور تشریع کا حق حاصل تھا۔ لیکن اگر (F) 338 کو ختم کیا جائے تو آرٹیکل 2-A, 2, 31, 227, 203 جو سارے دستور کو اپنی گرفت میں لیئے ہوئے ہیں، کو کہاں لے جائیں گے۔ آرٹیکل 2 کے مطابق ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ A.2 کی رو سے ریاست اور حکومت مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن و سنت پر عمل کرانے کی پابند ہے۔ 31 کی رو سے ہر مسلمان کو اسلامی طرزِ حیات اختیار کرنا ہوگا۔ آرٹیکل (D) 203 نے فیڈرل شریعت کو رٹ کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ ہر اس قانون کو جو قرآن اور سنت کے خلاف ہو، کا عدم قرار دے اور پھر آرٹیکل 227 کی رو سے موجودہ تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے گا اور پاکستان میں کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا۔ جبکہ درج

بالا قانون سازی میں اس چیز کا لاملا ذمہ بیس رکھا گیا ہے۔

دور قدیم میں تصور یہ تھا کہ حق مدافعت طبعی قانون سے حوالے سے تو مفید ہے مگر وضیقی قانون کے حوالے سے درست نہیں ہے۔ قرون وسطی (Middle Ages) میں مدافعت کو ایسی حالت متصور کیا گیا جو سزا سے تو نہیں روکتی تھی البتہ سزا معاف ہو سکتی تھی۔ اٹھارویں صدی میں مدافعت کی یہ تغیر ہوئی کہ یہ ایک حالت ضرورت ہے جو انسان کے لیے اس چیز کو جائز کر دیتی ہے کہ وہ اپنی جان کا تحفظ خود کر سکے۔ انیسویں صدی میں یہ تصور آیا کہ مدافعت ایک حالت مجبور ہے کیونکہ اس حالت میں مدافع کے سامنے موجود خطرہ اسے بے اختیار نہادیتا ہے اور وہ اپنی زندگی کے تحفظ کے لیے اپنی جلت سے کام لیتا ہے۔ مروجہ قوانین کی جدید ترین رائے یہ ہے کہ مدافعت اپنے اس حق کا استعمال ہے جس کی قانون نے اجازت دی ہے بلکہ مدافعت فرض کی ادائیگی ہے۔ اس لیے کہ ہر انسان کا حق بلکہ فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت اور اپنے مال کا بچاؤ کرے اور یہ بھی ہے کہ مدافع کو سزادینے میں معاشرے کا کوئی مفاد نہیں ہے کیونکہ مدافع ایسا مجرم نہیں ہے جس کے شر سے معاشرے کو تحفظ کیا جائے۔ تو پھر قتل غیرت پر اتنا داویا کیوں؟ کیا یہ بھی عزت کے ضمن میں میں نہیں آئے گا؟

## حوالہ جات

- ۱۔ مجdal الدین محمد بن یعقوب، ”القاموس الحجیط“، ۱۰۶/۲، مؤسسة الرسالة، بیروت
  - ۲۔ نسائی، احمد بن علی، ”سنن النسائی“، کتاب الزکوة، باب المان بما أعطی، ج: ۲۵۶۳
  - ۳۔ کتاب مقدس، اخبار، ۲۰:۱۰، باجل سوسائٹی، لاہور
  - ۴۔ اخبار، ۱۱:۲۰
  - ۵۔ اخبار، ۱۲:۲۰
  - ۶۔ اخبار، ۱۸:۲۰
  - ۷۔ اخبار، ۹:۲۱
  - ۸۔ استثناء، ۲۲:۲۲
  - ۹۔ استثناء، ۲۲:۲۲
  - ۱۰۔ اخبار، ۲:۲۰
  - ۱۱۔ استثناء، ۲۸-۲۹:۲۲
12. Christopher Hibbert, The Roots of Evil, p. 4, Little, Bown and company, Boston, Toronto
13. Gresham M. Sykes, Criminology, p: 72, Harcourt Brace Jovanovich, Inc. New York.

14. [http://avalon.law.yale.edu/20th\\_century/unrights.asp](http://avalon.law.yale.edu/20th_century/unrights.asp)
15. Sewell Chan, Is Adultery a Crime in New York, New York Times, 21 March, 2008. New York.
16. Sewell Chan, Ibid, New York Times.
- ۱۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ”صحیح بخاری“، ج: ۲۷۲۷، دارالسلام للنشر والتوزيع، ریاض
- ۱۸۔ مسلم بن حجاج، ”صحیح مسلم“، کتاب اللuhan، ج: ۳۷۳۶، دارالسلام للنشر والتوزيع، ریاض
- ۱۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ”صحیح بخاری“، ج: ۲۷۲۵: ۳۶۵۱
- ۲۰۔ مسلم بن حجاج، ”صحیح مسلم“، ج: ۳۶۵۲: ۳۶۵۱
- ۲۱۔ مسلم بن حجاج، ”صحیح مسلم“، کتاب اللuhan، ج: ۳۶۵۲: ۳۶۵۳
- ۲۲۔ مسلم بن حجاج، ”صحیح مسلم“، کتاب اللuhan، ج: ۳۶۵۳: ۳۶۵۴
- ۲۳۔ مسلم بن حجاج، ”صحیح مسلم“، کتاب اللuhan، باب ج: ۳۶۵۴: ۳۶۵۳
- ۲۴۔ محمدرواس قلعہ جی، ”فقہ عمر“، ص: ۲۱۳، اورہم معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۹۳ء
- ۲۵۔ مقدسی، عبداللہ بن احمد، ”المغزی“، ۲۶۲، دارالفکر، بیروت
- ۲۶۔ محمدرواس قلعہ جی، ”فقہ عمر“، ص: ۲۱۲
- ۲۷۔ ابن حکیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ”احمر الراوی شرح کنز الدقائق“، ج: ۲۲/۵، دارالکتاب الاسلامی، ریاض
- ۲۸۔ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: ۳۲۱، دارالصفوة، مصر
- ۲۹۔ مسلم بن حجاج، ”صحیح مسلم“، کتاب الایمان، باب بیان کون انھی عن لمنکر من الایمان
- ۳۰۔ عبدالباسط خان، مفتقی، ”جدید فقہی مسائل اور فقہائے پاک و ہند کے اجتہادات“، ص: ۱۲۵-۱۲۲، شیخ زاید اسلامک سٹریٹ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- ۳۱۔ عبدالقدار عودہ، ”اسلام کا فوجداری قانون“ (مترجم)، ج: ۱، ص: ۵۲۶، ۵، اسلامک پبلیکیشنز، لمبیڈ، لاہور
- ۳۲۔ محمدرواس قلعہ جی، ”فقہ حضرت علی“، ص: ۲۱۲، اورہم معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۹۳ء
- ۳۳۔ ابن حکیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ”احمر الراوی شرح کنز الدقائق“، ج: ۲۲/۵، دارالکتاب الاسلامی، ریاض
- ۳۴۔ محمد بن احمد الخطیب الشربینی، ”معنی الحاج الى معرفة المعانى الفاظ المعنی الحاج“، ج: ۵/۵، دارالکتب العلمیہ
- ۳۵۔ کنز الدقائق، ج: ۵/۵
- ۳۶۔ مقدسی، عبداللہ بن احمد، ”المغزی“، ۱۵۳-۱۵۷، دارالفکر، بیروت
- ۳۷۔ ابن قدامہ، عبدالرحمن بن محمد، ”الشرح الكبير“، ج: ۳۵/۷، دارالکتاب العربي للنشر والتوزيع
- ۳۸۔ ابوسحاق، ابراہیم بن علی، ”المہذب“، ج: ۲، ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، دمشق
- ۳۹۔ وہبیز حلبی، ”الفقه الاسلامی وادلیۃ“، ج: ۵، ص: ۵۹، دارالفکر، دمشق

- ٣٨- عبد القادر عوده، "اسلام کا فوجداری قانون" (مترجم)، ج ۱ ج ۱ ص ۵۷
- ٣٩- ابن قیم، محمد بن ابی بکر، "زاد المعاذ"، ج ۵، ص ۲۰۶، مؤسسة الرسالة، بیروت
- ٤٠- ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحیم (م ۲۸۷ھ)، "مجموع فتاویٰ"، ج ۳۲، ۱۲۹، "مجموع الملك فہد، المدينة النبویہ، سعودی عرب

41. Maliha Zia Lari, "Honour Killings' in Pakistan and Compliance of Law", p: 34-35, Aurat Foundation
42. Ibid, p: 35
43. Ibid, p: 33

## مصادر و مراجع

- ١- القرآن الکریم
- ٢- ابو سحاق، ابراہیم بن علی، "المہذب"، دارالکتب العلمیہ، دمشق
- ٣- بخاری، محمد بن اسماعیل، "صحیح بخاری"، دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض
- ٤- ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحیم (م ۲۸۷ھ)، "مجموع فتاویٰ"، "مجموع الملك فہد، المدينة النبویہ
- ٥- عبدالباسط خان، مفتی، "جذید فقہی مسائل اور فقہائے پاک و ہند کے اچھاتاں"، شیخ زادہ اسلامک سنتر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- ٦- عبد القادر عوده، "اسلام کا فوجداری قانون" (مترجم)، اسلامک پبلیکیشنز، لمبینڈ، لاہور
- ٧- ابن قدامہ، عبدالرحمن بن محمد، "الشرح الکبیر"، دارالکتاب العربي للنشر والتوزیع، ریاض
- ٨- ابن قیم، محمد بن ابی بکر، "زاد المعاذ"، مؤسسة الرسالة، بیروت
- ٩- کتاب مقدس، بائبلوس سماوی، لاہور
- ١٠- "ماہنامہ محدث"، مجلس تحقیق اسلامی، لاہور
- ١٢- مجدد الدین محمد بن یعقوب، "القاموس الحجیط"، مؤسسة الرسالة، بیروت
- ١٣- محمد بن احمد الحظیب الشریفی، "معنی الحجاج الی معرفۃ المعانی الفاظ المعنیاج" ، دارالکتب العلمیہ
- ١٤- محمد رواش قلعہ جی، "فقہ حضرت عمر" ، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۹۳ء
- ١٥- محمد رواش قلعہ جی، "فقہ حضرت علی" ، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۹۳ء
- ١٦- مسلم بن حجاج، "صحیح مسلم" ، دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض
- ١٧- مقدسی، عبدالله بن احمد، "المخفی" ، داراللگر، بیروت
- ١٨- "الموسوعۃ لفقہیۃ الکویتیہ" ، دار الصفوہ، مصر
- ١٩- ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، "ابحر الرائق شرح کنز الدقائق" ، دارالکتاب الاسلامی، ریاض

- ٢٠۔ نسائى، احمد بن علی، "مسنون النسائى"، دارالسلام للنشر والتوزيع، رياض
- ٢١۔ وهبیزوجلی، "الفقه الاسلامی وادلةه"، دارالفکر، دمشق
22. Christopher Hibbert, The Roots of Evil, Little, Bown and company, Toronto
23. Gresham M. Sykes, Criminology, Harcourt Brace Jovanovich, Inc. New York.
24. Maliha Zia Lari, "Honour Killings' in Pakistan and Compliance of Law", Aurat Foundation
25. New York Times, New York.
26. [http://avalon.law.yale.edu/20th\\_century/unrights.asp](http://avalon.law.yale.edu/20th_century/unrights.asp)

